بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذۡ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ (آل عمران:۵۵)

جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ میں تمہیں وفات دوں گا اور اپنی طرف رفع کروں گا

وَقَالَ ابۡنُ عَبَاس مُتَوَفِّیۡکَ مُمِیۡتُکَ

اور ابن عباس نے کہا مُتَوَفِّیۡکَ کا مطلب ہے مُمِیۡتُکَ (یعنی میں تجھ کو مار ڈالنے والا ہوں۔ ترجمہ علامہ وحید الزماں) (باب ۶۷۶ صفحہ ۸۴۵ صحیح بخاری جلد دوم کتاب التفسیر مکتبہ رحمانیہ)

مسئلہِ رفعِ عیسیٰ علیہ السلام

قرآنِ مجید کی روشنی میں

غور کریں رفعِ عیسیٰ وفاتِ عیسیٰ کے ساتھ مشروط تو نہیں؟؟

مؤلف: اعجاز رسول

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: مسئلہِ رفعِ عیسیٰ علیہ السلام قرآنِ مجید کی روشنی میں

مؤلف: اعجاز رسول

اشاعت : اوّل

تعداد: ۱۰۰۰

تاریخ اشاعت: محرم ۱۴۳۴ھ۔ دسمبر ۲۰۱۲ء

مطبع: معراج پرنٹنگ پریس مچھلی منڈی سرکلر روڈ اُردو بازار لاہور

ناشر: جاوید اقبال خان۔ 78۔ نیو سعید پارک شاہدرہ لاہور

فون: 0333-4313297

Ijaz Rasul Ph: 0333-8181174 (For Message Only)

email: ijazrasul58@gmail.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مسئلہِ رفعِ عیسیٰ علیہ السلام

قرآنِ مجید کی روشنی میں

ہمارا موٴقف

ہمارا موٴقف قرآنِ مجید کی حاکمیت ہے اور ہم تمام علومِ دینیہ بشمول احادیث و فقہ کو قرآن کی حاکمیت کے تحت تشریحی مقام دیتے ہیں۔ کوئی بھی مسئلہ جو قرآن مجید کی حاکمیت میں تصریفاتِ آیات کے تحت حل ہو گا اِسے لاریب اور حتمی سمجھا جائے گا ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرمان قرآن مجید کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا قرآن مجید کے کسی بھی فیصلے سے روایات کے انحراف کو صحیح نہیں سمجھا جاسکتا۔ ایسی خلافِ قرآن روایات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان سمجھا جائے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلافِ قرآن بات نہیں کر سکتے (الاعراف:۲۰۳، یونس:۱۵) مثلاً مندرجہ ذیل مثالوں پر غور کریں

(۱) مُردے بے جان ہوتے ہیں۔

مُردوں کے بے جان ہونے کے بارے قرآن مجید کی آیت ہے۔

اَمۡوَاتٌ غَیۡرُ اَحۡیَآءٍ ۚ وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ ۙ اَیَّانَ یُبۡعَثُوۡنَ ○ (النحل:۲۱) (وہ) لاشیں ہیں بے جان۔ ان کو یہ بھی تو معلوم نہیں کہ اٹھائے کب جائیں گے

صحیح بخاری میں مُردے کے کلام و سماع والی روایات موجود ہیں لیکن اس کے باوجود ہم نے قرآن مجید کی اس آیت کے مفہوم کو (کہ مردہ مردہ ہوتا ہے بے جان) ان کلام و سماعِ میّت والی روایات سے نہیں سمجھا بلکہ خود قرآن مجید سے سمجھا ہے ....

قرآن مجید نے اپنا مفہوم خود ادا کیا اور اس میں کسی قسم کی تشریح کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی لہٰذا ہم نے بھی اسی کو لاریب قرار دے کر اسے حتمی قرار دے دیا اور اس مفہوم سے ٹکرانے والی کلام و سماعِ میّت والی روایات کو خلافِ قرآن ہونے کی وجہ سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرف منسوب نہیں کیا۔

(۲) محمدؐ خاتم النبیّین ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (احزاب:۴۰)

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسُول اور خاتم النبیّین ہیں۔

خواہ کوئی کتنی ہی تاویلیں کرے ہم ختم نبوت کے قائل ہیں اور اس آیت کی زد میں آنے والے ہر مؤقف کو باطل سمجھتے ہیں۔

(۳) جب قرآن پڑھا جائے تو خاموشی سے سُنو!

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ ۲۰۴/۷

اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سُنا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

یہ قرآن مجید کا حکم ہے جس سے اِنکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ لہٰذا نماز کے وقت بھی اِمام کی قِراءت توجہ سے سُنیے اور خاموش رہیے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اگر کوئی روایت قرآن مجید کے اس حکم سے ٹکراتی ہو تو اہمیّت قرآن کو دی جائے گی کیونکہ قرآن مجید لاریب محفوظ ماانزل اللہ کتاب ہے۔ اس لئے امام کی قراءت کو غور سے سُنا جائے خواہ سورۃ فاتحہ ہو یا کوئی اور سورۃ۔

(۴) نزولِ مسیح علیہ السلام والی روایت

جس طرح صحیح بخاری میں مُردوں کے کلام و سماع والی روایت موجود ہے جو قرآنی آیات کے مطابق نہیں ہے اسی طرح نزولِ مسیحؑ کے بارے بھی ایک روایت ہے

امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھ سے اسحٰق نے روایت کیا اور اسحٰق نے یعقوب بن ابراہیم سے انہوں نے اپنے باپ سے جنہوں نے صالح سے سُنا اور صالح نے ابنِ شہاب سے انہوں نے سعید بن مسیّب سے اور سعید بن مسیّب نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے عنقریب تم میں ابنِ مریم ایک حاکم عادل کی حیثیت سے اُتریں گے وہ صلیب کو توڑ دیں گے سوروں کو قتل کریں گے جزیہ موقوف کر دیں گے اور مال اس حد تک لٹائیں گے کہ کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ رہے گا یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر سمجھا جائے گا پھر ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر چاہو تو پڑھو وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۚ (النساء:۱۵۹)

(صحیح بخاری کتاب بداُ الخلق جلد دوم صفحہ ۳۵۴۔ مکتبہ رحمانیہ)

ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید تمام غیر قرآنی علومِ دینیہ مثلاً حدیث و فقہ پر حاکم ہے۔ ان علوم سے قرآن مجید کی حاکمیت میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے لیکن قرآن کے خلاف کسی بھی روایت کو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کر سکتے اسلئے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خلافِ قرآن کوئی بات نہیں کر سکتے۔............ جس طرح ہم نے مُردوں کے کلام و سماع کا مسئلہ پہلے قرآن مجید سے سمجھا کہ مردے بے جان ہوتے ہیں جن میں زندگی کی رمق تک نہیں ہوتی نہ مردہ بولتا ہے نہ سُنتا ہے اور قرآن مجید سے ثابت اس مؤقف کی زَد میں آنے والی ہر روایت کو ہم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں منسوب کرتے .... اسی طرح ہم نزولِ مسیحؑ کا مسئلہ بھی پہلے قرآنِ مجید سے سمجھیں گے اور اسے حتمی شکل دیں گے جس سے انحراف کی کوئی گنجائش نہیں ہو گی اور احادیث کو حسبِ ضرورت اس کی تشریح میں رکھا جائے گا اور جو روایات قرآن مجید کے اس مؤقف کی زَد میں آئیں اُنہیں ہم فرمانِ رسول تسلیم نہیں کریں گے۔ اسلئے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خلافِ قرآن بات نہیں کر سکتے (اعراف:۲۰۳، یونس:۱۵)

وفات و رفعِ عیسیٰ ؑ کے بارے دلائل

اوّل

وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ ۳۴۔۳۵/۲۱

اور (اے محمدؐ) ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشگی نہیں بخشی۔ بھلا اگر تم وفات پا جاؤ گے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے ○ ہر متنفس کو موت کا مزا چکھنا ہے............○

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے نبیؐ ہم نے تم سے پہلے کسی بشر کو ہمیشگی نہیں بخشی۔ اس حکم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آ گئے لہٰذا جو لوگ قرآن مجید کے اس حکم سے عیسیٰ علیہ السلام کے استثنیٰ کے قائل ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ اس کے ثبوت میں لاریب محفوظ قرآن مجید سے دلیل پیش کریں ورنہ قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت کے مطابق حضرت عیسیٰ ؑ کی بھی وفات کو تسلیم کریں۔

دوم

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ ۷۵/۵

مسیح ابن مریم تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول تھے ان سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے تھے

مسیح ابن مریم سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے یعنی وفات پا چکے۔ اس میں کوئی استثنیٰ نہیں عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے تمام رسولوں کے بارے ایک ہی حکم ہے کہ وہ سب گذر چکے یعنی وفات پا چکے۔.................. اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے فرمایا

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ ؕ .... ○ .... (آل عمرآن: ۱۴۴)

اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو صرف (اللہ تعالیٰ کے) رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں بھلا اگر یہ محمدؐ وفات پا جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ ....

(اس آیت میں گذر جانے کی دو ہی صورتیں بیان ہوئی ہیں۔ موت یا قتل)

قرآن مجید کی اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے تمام رسولوں کے گذر جانے کا ذکر ہے جن میں حضرت عیسیٰؑ بھی شامل ہیں اس کا مطلب عیسیٰؑ بھی بلا استثنٰی ویسے ہی گذر چکے ہیں جیسے دوسرے رسول وفات پا چکے ہیں .... جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوسرے رسولوں کی مثل گذر جانے سے مستثنٰی قرار دیتے ہیں وُہ اس کے لئے قرآن مجید سے دلیل دیں ورنہ عیسیٰؑ کا استثنٰی ثابت نہیں ہوتا۔ قرآن مجید کے اس حکم کے مطابق آپؑ ویسے ہی وفات پا چکے ہیں جیسے دوسرے رسول وفات پا چکے۔

﴿سوم﴾

قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات کا بغور مطالعہ کریں (آل عمرآن: ۵۲ تا ۵۵)

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيۡسٰى مِنۡهُمُ الۡكُفۡرَ قَالَ مَنۡ اَنۡصَارِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الۡحَـوَارِيُّوۡنَ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشۡهَدۡ بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ ۞ ۵۲

جب عیسیٰؑ نے ان کی طرف سے نافرمانی (اور نیتِ قتل) دیکھی تو کہنے لگے کہ کوئی ہے جو اللہ کا طرفدار اور میرا مددگار ہو حواری بولے کہ ہم اللہ کے (طرفدار اور آپ کے) مددگار ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم فرمانبردار ہیں ○

رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ وَ اتَّبَعۡنَا الرَّسُوۡلَ فَاكۡتُبۡنَا مَعَ الشّٰهِدِيۡنَ ۞ ۵۳

اے رب جو (کتاب) تو نے نازل فرمائی ہے ہم اس پر ایمان لے آئے اور تیرے رسول کے متبع ہو چکے تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ رکھ ○

وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۚ﴿۵۴﴾

اور وہ (یعنی یہود عیسیٰؑ کو قتل کرنے کیلئے ایک) چال چلے اور اللہ تعالیٰ نے (عیسیٰؑ کو ان کی سازش سے بچانے کیلئے ایک بہتر) تدبیر اختیار کی اور اللہ تعالیٰ خوب تدبیر کرنے والا ہے ○

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَىَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾

اس وقت اللہ نے فرمایا کہ عیسیٰ! میں تمہیں وفات دوں گا اور اپنی طرف رفع کر لوں گا اور تمہیں کافروں (کی صحبت) سے پاک کر دوں گا اور جو لوگ تمہاری پیروی کریں گے ان کو کافروں پر قیامت تک فائق (وغالب) رکھوں گا پھر تم سب میرے پاس لوٹ کر آؤ گے تو جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے اس دن تم میں ان کا فیصلہ کر دوں گا ○

● سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۱۰

اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کو اپنی مختلف نعمتیں یاد دلاتے ہوئے فرمائے گا

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِىْ عَلَيْكَ وَ عَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۟ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَ كَهْلًا ۚ وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ۚ وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِىْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِىْ وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِىْ ۚ وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِىْ ۚ وَ اِذْ كَفَفْتُ

جب اللہ تعالیٰ (عیسیٰؑ سے) فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کیں جب میں نے روح القدس (یعنی جبرئیل) سے تمہاری مدد کی تم جھولے میں اور جوان ہو کر (ایک ہی نسق پر) لوگوں سے گفتگو کرتے تھے اور جب میں نے تم کو کتاب اور دانائی اور تورات اور انجیل سکھائی اور جب تم میرے حکم سے مٹی کا جانور بنا کر اس میں پھونک مار دیتے تھے تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتا تھا اور مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے چنگا کر دیتے تھے اور مردے کو میرے حکم سے (زندہ کر کے قبر سے) نکال کھڑا

بَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ عَنۡكَ اِذۡ جِئۡتَهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡهُمۡ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ○(المائدہ:۱۱۰)

کرتے تھے اور جب میں نے بنی اسرائیل (کے ہاتھوں) کو تم سے روک دیا جب تم ان کے پاس کھلے نشان لے کر آئے تو جو ان میں سے کافر تھے کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے○

● سورۃالنسآء آیات ۱۵۷ تا ۱۵۹ :-

اس پورے رکوع میں یہودیوں کا ذکر ہے جو آیت نمبر ۱۵۳ سے شروع ہو کر آیت نمبر ۱۶۲ تک جاتا ہے۔ اس پورے رکوع میں جہاں بھی "اہلِ کتاب" کے الفاظ آئے ہیں اس سے مراد صرف یہودی ہیں نصاریٰ اس میں شامل نہیں ہیں۔ ان آیات میں چونکہ نصاریٰ کا کوئی ذکر نہیں ہے اس لئے اپنی طرف سے نصاریٰ کو بھی اہلِ کتاب کے زُمرے میں لے آنا سیاق وسباق کے خلاف ہے جس پر مفصّل بحث آگے آئے گی۔

وَّ قَوۡلِهِمۡ اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِيۡحَ عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوۡهُ وَمَا صَلَبُوۡهُ وَلٰكِنۡ شُبِّهَ لَهُمۡ ؕ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ لَفِيۡ شَكٍّ مِّنۡهُ ؕ مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوۡهُ يَقِيۡنًا ۙ﴿۱۵۷﴾

اور یہ کہنے کے سبب کہ ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو جو اللہ کے رسول تھے قتل کر دیا ہے (اللہ نے ان کو ملعون کر دیا) اور انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ اُن کو اُن کی سی صورت معلوم ہوئی اور جو لوگ اُن کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ ان کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور پیروئ ظن کے سوا ان کو اس کا مطلق علم نہیں۔ اور انہوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا○

بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا ﴿۱۵۸﴾

بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف رفع کر لیا۔ اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے○

وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ ۚ وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ

(لیکن اس کے باوجود) ہر اہلِ کتاب یہودی اپنی موت سے پہلے (تک) اسی پر یقین رکھے رہتا ہے (کہ ہم نے عیسیٰؑ کو قتل کر دیا) اور قیامت کے

يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿١٥٩﴾	دن وہ (یعنی عیسیٰؑ) ان پر گواہ ہوں گے (یعنی یہودیوں کے اس دعوے کو جھٹلادیں گے) ○

خلاصہ مضمون

● جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا تو یہودیوں کی اس سازش کا علم ہونے پر عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کا طرفدار اور میرا مددگار ہو) تو حواری آپؑ کی مدد کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ۵۲۔ ۳/۵۳

● اللہ تعالیٰ کا وعدہ۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ (آل عمران:۵۵) اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو تسلّی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ اپنے ان عزائم میں کامیاب نہیں ہوں گے بلکہ میں تمہیں وفات دے کر اپنی طرف رفع کروں گا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو "متوفی" کرنے کے بعد رفع کرنے کا وعدہ فرمایا ہے لہٰذا ہمارا ایمان ہے کہ یہودی آپؑ کو قتل نہیں کر سکے اور نہ آپ مصلوب ہوئے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وعدے کے مطابق متوفی کر کے (وفات دے کر) اپنی طرف رفع کر لیا (النسآء:۱۵۷۔۱۵۸)

● یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش تیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی جوابی تدبیر کی وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ○ ۳/۵۴ اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر بہتر تھی اور اس تدبیر کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کے خلاف یہودیوں کی سازش کو روک دیا (وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ ۱۱۰/۵) یہود آپؑ کو صلیب دے کر قتل کرنا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی سازش ناکام کر دی اور عیسیٰؑ کو بچا لیا یہودی اسی غلط فہمی میں پڑے ہوئے ہیں کہ ہم نے عیسیٰؑ کو قتل کر دیا۔

● یہودیوں کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریمؑ کو قتل کر دیا (وَ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۱۵۷/۴) لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے

دعوے کو رَد کر دیا اور فرمایا یقیناً وہ عیسیٰؑ کو قتل نہیں کر سکے اور نہ اُنہیں صلیب دے سکے ان کے اس دعوے کی حیثیت سوائے ظن کی پیروی کے اور کچھ نہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ اٰل عمر آن میں اپنے وعدے (اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ ۳/۵۵) کے مطابق آپ کو وفات دے کر اپنی طرف رفع کیا ہے (بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۴/۱۵۸)

- اللہ تعالیٰ کے مندرجہ بالا فرامین کے مطابق حقیقت یہی ہے کہ یہودی اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں وہ عیسیٰؑ کو قتل نہیں کر سکے ان کا یہ دعویٰ ظنی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے کر اپنی طرف رفع کیا ہے......... لیکن ان اہلِ کتاب یہودیوں کی حالت وہی رہی وُہ اپنے مؤقف سے تائب ہونے کی بجائے ہر لمحہ اپنے موت سے پہلے تک یہی رَٹ لگائے جاتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریمؑ کو قتل کر دیا (وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ ۴/۱۵۹)

وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۚ ۴/۱۵۹ اور قیامت کے دن عیسیٰؑ ان پر گواہ ہوں گے یعنی ان کے خلاف گواہی دیں گے اور ان کے دعوے کو جھوٹا ثابت کریں گے۔

تفسیر و تشریح

(۱) اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ

جب کہا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ تحقیق میں تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف رفع کر لوں گا (۳/۵۵)

(۱)

اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ	تحقیق میں تجھے وفات دونگا اور اپنی طرف رفع کرلوں گا

قرآنِ مجید میں جہاں بھی متوفی (مادہ: و۔ف۔ی) کا لفظ آیا ہے۔ اگر اس کا فاعل اللہ تعالیٰ اور مفعول انسان ہے تو اس کا مطلب ہمیشہ موت رہا ہے مثلاً دیکھئے مندرجہ ذیل آیات۔

- اَللّٰهُ یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا
اللہ تعالیٰ قبض کر لیتا ہے جانوں کو نزدیک اُن کی موت کے............(الزمر:۴۲)
اللہ تعالیٰ لوگوں کے مرنے کے وقت اُن کی روحیں قبض کرلیتا ہے...... (فتح الحمید)

- وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰكُمْ بِالَّیْلِ
اور وہی تو ہے جو قبض کرلیتا ہے روحیں رات کو (الانعام:۶۰)
اور وہی تو ہے جو رات کو (سونے کی حالت میں) تمہاری روحیں قبض کرلیتا ہے (فتح الحمید)

- وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰكُمْ
ولیکن میں عبادت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی وہ جو قبض کرتا ہے تم کو (یونس:۱۰۴)
بلکہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری روحیں قبض کرلیتا ہے (فتح الحمید)

- وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰكُمْ ۱۶/۷۰
اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تم کو پھر قبض کریگا تم کو
اور اللہ تعالیٰ نے ہی تم کو پیدا کیا پھر وہی تم کو موت دیتا ہے (فتح الحمید)

- وَ اِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ ....(یونس:۴۶)
اور اگر دکھا دیں ہم تجھ کو بعضی وہ چیز کہ وعدہ دیتے ہیں ہم ان کو یا قبض کرلیں تجھ کو....
اور اگر ہم کوئی عذاب جس کا ان لوگوں سے وعدہ کرتے ہیں تمہاری آنکھوں کے سامنے (نازل) کریں یا اس وقت جب تمہاری مدتِ حیات پوری کر دیں .... (یعنی آپ کو وفات دیدیں).........(فتح الحمید)

- اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰٓى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ
جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف رفع کرلوں گا

اصولی مؤقف:

چونکہ ہمارا یہ مؤقف ہے کہ کوئی بھی مسئلہ جو قرآن مجید کی حاکمیت میں تصریفاتِ آیات کے تحت ثابت ہو گا اسے لاریب اور حتمی سمجھا جائے گا نہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے خلاف کوئی بات کی ہے اور نہ ہم ایسی کوئی خلافِ قرآن روایت کو آپؐ کی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔ لہٰذا جیسے ہم نے قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات کو ان کے اصل مفہوم سے نہیں بدلا بلکہ جہاں وفی۔ یتوفی کے الفاظ آئے ان میں فاعل اللہ تعالیٰ اور مفعول انسان تھا تو ہم نے اس کا ترجمہ صرف اور صرف موت کیا ہے۔ کسب والی آیات "وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (آل عمرآن:۲۵)" کو دلیل بنا کر اس کا مطلب پورے کا پورا جسم سمیت اُٹھا لینا نہیں کیا لہٰذا حضرت عیسیٰؑ کے بارے یہی لفظ (اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ) استعمال ہونے پر کوئی جواز نہیں نکلتا کہ ہم اس کا مطلب وفات نہ کریں۔

- تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ○ (یوسف:۱۰۱) قبض کر مجھ کو فرمانبردار اور ملادے مجھ کو صالحین کے ساتھ — تو مجھے (دنیا سے) اپنی اطاعت (کی حالت) میں اٹھائیو اور (آخرت میں) اپنے نیک بندوں میں داخل کیجیو (فتح الحمید)

- وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا (البقرۃ:۲۳۴) اور جو لوگ مر جاتے ہیں تم سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں — اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں (فتح الحمید)

- اسی طرح فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ ۱۱۷/۵ کا مطلب بھی تصریفاتِ آیات کے مطابق وفات کرنا ہو گا کیونکہ یہاں بھی فاعل اللہ تعالیٰ اور مفعول عیسیٰؑ ہیں۔

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ (المائدہ:۱۱۷)

پس جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تُو ہی ان کا نگران تھا

مندرجہ ذیل آیات ایسی ہیں جن میں فرشتوں کے ذریعے انسان کو فوت کرنے کا ذکر ہے۔

● حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا (الانعام:٦١) یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اسکی روح قبض کر لیتے ہیں

● حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ(الاعراف:٣٧) یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) جان نکالنے آئیں گے

● اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (النسآء:٩٧) جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں

● قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ (السجدہ:١١) کہہ دو کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے

اللہ تعالیٰ جو کام اپنے فرشتوں کے ذریعے کرواتا ہے اسے بھی اپنی طرف منسوب کر لیتا ہے مثلاً جیسے حضرت ابراہیمؑ جب فرشتوں سے جھگڑنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے فرمایا کہ وہ ہم سے جھگڑنے لگے (ہود:٧٤)

جو لوگ وفاتِ عیسیٰ کے قائل نہیں وہ کَسَبَتْ کے بارے آیات کو دلیل بنا کر کہتے ہیں کہ چونکہ وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (اٰل عمرآن:٢٥) وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ (اٰل عمرآن:١٨٥) میں وُفِّيَتْ یا اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ (مادہ = و۔ف۔ی) کا مطلب انسان کو اعمال کا پورے کا پورا بدلہ دے دینا ہے لہٰذا وہ اعمال کے بارے ان آیات کو دلیل بنا کر عیسیٰؑ کے بارے آیت (اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ) کا مطلب بدل دیتے ہیں کہ اے عیسیٰؑ میں تمہیں پورے کا پورا جسم سمیت اپنی طرف اُٹھا لوں گا جبکہ وُفِّيَتْ اعمال کے بارے ہے جس کا مطلب پورے کا پورا اجر دینا ہے لیکن آپ کو قرآن مجید میں کہیں بھی انسان کے ساتھ منسوب "وفی" کے معانی پورے کا پورا نہیں ملیں گے اس کا مطلب ہر جگہ موت رہا ہے۔

(۲) مُتَوَفِّیْکَ کا مطلب ہے مُمِیْتُکَ (صحیح بخاری)

مُتَوَفِّیْکَ کا مطلب وفات صحیح بخاری سے بھی ثابت ہے جس سے قرآن مجید کے مفہوم کی نفی نہیں ہوتی۔ امام بخاری ابنِ عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں کہ مُتَوَفِّیْکَ کا مطلب موت ہے۔............... وَقَالَ ابْنُ عَبَاس مُتَوَفِّیْكَ مُمِیْتُكَ

اور ابن عباس نے کہا مُتَوَفِّیْکَ کا مطلب ہے مُمِیْتُکَ (یعنی میں تجھ کو مار ڈالنے والا ہوں۔ ترجمہ علامہ وحید الزماں) (باب ٦٧٦ صفحہ ٨٤٥ صحیح بخاری جلد دوم کتاب التفسیر مکتبہ رحمانیہ)

(۳) مُتَوَفِّیْکَ کا مطلب وفات دینا

(i) ترجمہ فتح الحمید:

مولانا فتح محمد خاں جالندھری اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"اس وقت اللہ نے فرمایا کہ عیسیٰ! میں تمہاری دنیا میں رہنے کی مدّت پوری کر کے تم کو اپنی طرف اُٹھالوں گا"

اس ترجمہ سے رفع کے ساتھ وفات مشروط ثابت ہوتی ہے کیونکہ یہاں اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ کا ترجمہ کیا گیا ہے دنیا میں رہنے کی مدّت پوری کر کے اُٹھایا جانا۔ جبکہ وفات ہمیشہ زندگی کی مدّت پوری ہونے کے بعد ہی ہوتی ہے جس کے بعد ہر وفات پانے والے کی روح پرواز کر کے رفع ہو جاتی ہے۔

(ii) ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب

مولانا اشرف علی تھانوی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ کا ترجمہ کرتے ہیں

اے عیسیٰ بے شک میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور مَیں تم کو اپنی طرف اُٹھائے لیتا ہوں

اس آیت میں اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی مُتَوَفِّيْكَ کا ترجمہ "وفات دینا" کیا ہے۔ اس کا مطلب مُتَوَفِّيْكَ کا ترجمہ "وفات دینا" درست ہے۔ اس سے رفعِ عیسیٰؑ سے پہلے وفاتِ عیسیٰؑ ثابت ہوتا ہے کیونکہ رَافِعُكَ اِلَيَّ سے پہلے اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ کے الفاظ آئے ہیں۔ اس کا مطلب عیسیٰؑ کو وفات دینے کے بعد رفع کیا گیا ہے۔

(ب)

..وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿١٥٧﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ..

اور انہوں نے عیسیٰؑ کو یقیناً قتل نہیں کیا۔۔۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف رفع کر لیا (النسآء:۱۵۷۔۱۵۸)

اللہ تعالیٰ کا عیسیٰؑ سے متوفی کے بعد رفع کا وعدہ

جب یہودیوں نے عیسیٰؑ کو قتل کرنے کی سازش تیار کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو تسلی دیتے ہوئے آپ سے وعدہ فرمایا کہ ...... اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ ...﴿۵۵﴾ (ال عمرآن:۵۵) ...... جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰؑ میں تمہیں وفات دوں گا اور اپنی طرف رفع کر لوں گا" .... اللہ تعالیٰ نے جو عیسیٰؑ سے وعدہ فرمایا اس میں متوفی کے بعد رفع کا ذکر ہے لہذا ہمارا ایمان ہے کہ یہ وعدہ اسی طرح پورا ہوا۔

یہودیوں کی سازش اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی حفاظت

یہودیوں نے ایک سازش تیار کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب کے ذریعے قتل کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے ایک بہتر تدبیر اختیار کر کے عیسیٰؑ کو بچا لیا (ال عمرآن:۵۲ تا ۵۴، المائدہ:۱۱۰) لیکن یہودی آج بھی اسی شبہے میں پڑے ہوئے ہیں کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ج (النسآء:۱۵۷) ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو

قتل کر دیا" جبکہ وہ نہ عیسیٰؑ کو قتل کر سکے اور نہ صلیب دے سکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے مکروہ عزائم سے محفوظ رکھا۔

حضرت عیسیٰؑ وعدے کے مطابق رفع ہوئے

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ... وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝١٥٧ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۝١٥٨ (النسآء:۱۵۷۔۱۵۸)

یہودی یقیناً آپؑ کو نہ قتل کر سکے اور نہ صلیب دے سکے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی موت یہودیوں کے ہاتھوں نہیں آئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق (اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ) آپ کو متوفی کرنے کے بعد اپنی طرف رفع کیا ہے (بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ) .... لیکن یہودی اس کے باوجود اسی پر یقین رکھے ہوئے ہیں اور اپنی موت سے پہلے تک ہر لمحہ اسی مؤقف پر قائم رہتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰؑ کو قتل کر دیا اور عیسیٰؑ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے اور ان کے اس مؤقف کو رَد کر دیں گے (النسآء:۱۵۹)

(ج)

وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝ ۴/۱۵۹

ترجمہ: اور ہر اہلِ کتاب (یہودی) اپنی موت سے پہلے (تک) اسی پر یقین کیے رہتا ہے (کہ ہم نے عیسیٰؑ کو قتل کر دیا) اور قیامت کے دن وہ (یعنی عیسیٰؑ) ان پر گواہ ہوں گے (یعنی یہودیوں کے اس دعوے کو جھٹلا دیں گے) ○

اہلِ کتاب سے مراد یہودی ہیں

یہاں اہلِ کتاب سے مراد صرف یہودی ہیں ان میں نصاریٰ شامل نہیں ہیں کیونکہ آیت نمبر ۱۵۳ سے ۱۶۲ تک یہودیوں کا ہی ذکر ہے۔ ابوالکلام آزاد نے بھی یہاں اہلِ کتاب سے مراد صرف یہودی لیا ہے (ترجمان القرآن) اس کے علاوہ قرآن مجید میں تصریفِ آیات کے تحت یہ ثابت ہے کہ کوئی ضروری نہیں جہاں بھی اہلِ کتاب کے الفاظ آئیں وہاں اس سے مراد یہود و نصاریٰ دونوں ہوں .... مثلاً سورۃ النسآء کی آیت نمبر ۱۷۱ میں فرمایا

يَٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ؗ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚۖ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾

اے اہل کتاب اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو۔ مسیح (یعنی) مریم کے بیٹے عیسیٰ (نہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے بلکہ) اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ (بشارت) تھے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح تھے تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور (یہ) نہ کہو (کہ خدا) تین (ہیں۔ اس اعتقاد سے) باز آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اللہ ہی معبود واحد ہے اور اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔

اس آیت میں گو اہلِ کتاب کے الفاظ آئے ہیں لیکن تقریباً تمام مفسرین نے اس سے مراد نصاریٰ لیا ہے اس لئے کہ اس آیت کا موضوع اہلِ کتاب کا مفہوم متعیّن کر دیتا ہے کہ اس سے مراد صرف نصاریٰ ہیں کیونکہ آگے انہیں اپنے باطل نظریۂ تثلیث (یعنی تین معبودوں کے نظریہ) سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ عیسیٰؑ

اور اُن کی والدہ کو الٰہ بنانے والے عیسائی ہیں یہودی نہیں۔ لہٰذا یہاں اہلِ کتاب سے مراد صرف عیسائی ہوگا۔ جن مشہور تفاسیر نے یہاں اہلِ کتاب سے مراد نصاریٰ لیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ **تفہیم القرآن** (ابوالاعلیٰ مودودی) **بیان القرآن** (اشرف علی تھانوی) **معارف القرآن** (مفتی محمد شفیع) **ضیاء القرآن** (پیر محمد کرم شاہ) **تفسیر نمونہ** (سید صفدر حسین نجفی) **تفسیر حقانی** (ابو محمد عبدالحق الحقانی) .... لہٰذا ثابت ہوا کہ اہلِ کتاب میں گو یہود و نصاریٰ دونوں آتے ہیں لیکن موضوع کی مناسبت سے بعض جگہ اہلِ کتاب سے مراد کوئی ضروری نہیں دونوں گروہ مراد ہوں اُن میں سے کوئی ایک گروہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔

سورۃ النسآء کی زیرِ بحث آیت **وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ** (النسآء: ۱۵۹) میں جہاں اہلِ کتاب کا ذکر ہے یہاں بھی الفاظ اہلِ کتاب کے استعمال ہوئے ہیں لیکن مخاطب صرف یہودی ہیں کیونکہ آیت نمبر ۱۵۳ سے ۱۶۲ تک یہودیوں کا ہی ذکر ہے آیت نمبر ۱۵۳ جہاں سے یہودیوں کا ذکر شروع ہوتا ہے اس آیت میں بھی اہلِ کتاب کے الفاظ آئے ہیں۔ قرآن مجید کی آیت ہے **يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ** ...... ۞ النسآء ترجمہ: (اے محمد) اہلِ کتاب (یہود) تم سے درخواست کرتے ہیں کہ تم ان پر ایک (لکھی ہوئی) کتاب آسمان سے اُتار لاؤ تو یہ موسیٰؑ سے اس سے بھی بڑی بڑی درخواستیں کر چکے ہیں...... ○

تقریباً دس تفاسیر ایسی ہیں جن میں اس آیت میں اہلِ کتاب کے خطابِ عام کے زُمرے میں صرف یہودیوں کو رکھا ہے اور یہ تفاسیر مندرجہ ذیل ہیں **تفہیم القرآن** (ابوالاعلیٰ مودودی) **بیان القرآن** (اشرف علی تھانوی) **معارف القرآن** (مفتی محمد شفیع) **تفسیرِ ثنائی** (ثناء اللہ امرتسری) **ضیاء القرآن** (پیر محمد کرم شاہ) **تفسیر نمونہ** (سید صفدر حسین نجفی) **تفسیر حقانی** (ابو محمد عبدالحق الحقانی) **تفسیر الحسنات** (علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری) **تفسیر القرآن** (مولوی محمد انشآء اللہ) **فیوض القرآن** (ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی) ....

جن اہلِ کتاب یہودیوں کا ذکر یہاں سے شروع ہوتا ہے آیت نمبر ۱۵۹ ....
وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ تک انہی یہودیوں کا ذکر ہے اس پورے رکوع میں عیسائیوں کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ

یہاں لَيُؤْمِنَنَّ سے مراد ایمانِ سلامتی نہیں بلکہ اس سے مراد یہودیوں کا اپنے موقف پر یقین ہے جو وہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ . . . (النسآء:۱۵۷) ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو جو اللہ کے رسول تھے قتل کر دیا......... بِهٖ کی ضمیر یہودیوں کے اسی قول کی طرف لوٹتی ہے۔ یہود اپنی ناکامی سے بے بہرہ اسی پر یقین رکھے ہوئے ہیں حالانکہ نہ وُہ عیسیٰؑ کو قتل کر سکے نہ صلیب دے سکے مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا (النسآء:۱۵۷) پیرویٔ ظن کے سِوا ان کو اس کا مطلق علم نہیں اور انہوں نے عیسیٰؑ کو یقیناً قتل نہیں کیا .... لیکن اس کے باوجود وُہ شب و روز اپنی موت سے پہلے تک یہی رَٹ لگائے جاتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا۔ (لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ)

کچھ حضرات لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ میں بِهٖ کی ضمیر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹاتے ہیں کہ جب عیسیٰؑ دوبارہ نازل ہوں گے تو اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ تمام عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے۔ حالانکہ قرآنِ مجید کی اس آیت اور اس سے پہلے آیت نمبر ۱۵۷ میں یہودیوں کے جس قول کا ذکر ہے وہ یہ نہیں کہ "ہم نے عیسیٰ ابن مریمؑ کے رسول ہونے کا انکار کر دیا" گو ان کا انکار تو ہے لیکن اس آیت کے سیاق میں یہودیوں کا صرف یہ قول موجود ہے کہ "ہم نے عیسیٰ ابن مریمؑ رسول اللہ کو قتل کر دیا" (النسآء:۱۵۷)۔ اور ان کے اسی دعوے کو اللہ تعالیٰ نے رَد کیا۔ لہٰذا

لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ کی ضمیر یہودیوں کے اسی قول کی طرف لوٹے گی جو وہ پہلے کہہ چکے ہیں اور وہ اپنی ناکامی کے باوجود اپنی موت سے پہلے تک اسی پر یقین کیے رکھتے ہیں کہ ہم نے مسیح عیسی ابن مریم کو قتل کر دیا۔

قَبْلَ مَوْتِهٖ کا اشارہ بھی یہودیوں کی طرف ہے کہ وہ اپنی موت سے پہلے تک اسی مؤقف پر جمے رہتے ہیں اور وہ اپنا یہ مؤقف بدلنے کے لئے تیار نہیں ہوتے

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾ (النسآء:۱۵۹)

اور قیامت کے دن وُہ (عیسیٰؑ) ان پر گواہ ہوں گے یعنی عیسیٰؑ ان کے خلاف گواہی دیں گے اور ان کے اس دعوے کو جھٹلائیں گے۔۔۔

لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ کا اسم ضمیر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہودیوں کے جس پر یقین کے بارے کہا جارہا ہے اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور وہ یہی ہے کہ وہ عیسیٰؑ کے قتل کیے جانے کا دعویٰ کرتے ہیں وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ (النسآء:۱۵۷)

بہت سے مفسرین ایسے ہیں جو قَبْلَ مَوْتِهٖ کی ضمیر اہلِ کتاب کی طرف لوٹاتے ہیں مثلاً ابو الکلام آزاد، اشرف علی تھانوی، ابو الاعلیٰ مودودی اور ثناء اللہ عثمانی پانی پتی صاحب قابلِ ذکر ہیں۔ مودودی صاحب نے اس کے دونوں مطالب نقل کیے ہیں۔

یہ چیز قرآن مجید سے بھی ثابت ہے کہ يُؤْمِنَنَّ صرف ''ایمان بالاسلام'' کے معنوں میں ہی استعمال نہیں ہوتا بلکہ کسی بات کے ماننے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جس کے ثبوت میں مندرجہ ذیل آیات دیکھئے۔

۱۔ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ (التوبۃ:۹۴) اے نبی (ان عذر کرنے والوں سے) کہنا کہ عذر مت کرو ہم ہرگز تمہاری بات نہیں مانیں گے

۲۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو

مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ (النسآء:۵۱) کتاب سے حصّہ دیا گیا ہے کہ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں

۳۔ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝ (النحل:۷۲) تو کیا باطل پر اعتقاد رکھتے اور اللہ کی نعمتوں سے انکار کرتے ہیں

قَبْلَ مَوْتِهٖ سے کیا مراد ہے؟

یہاں قَبْلَ مَوْتِهٖ سے مراد صرف موت سے پہلے کا لمحہ نہیں بلکہ اس سے ان کی موت تک کا ہر لمحہ مراد ہے جس میں وہ اپنا یہ عقیدہ بنائے رہتے ہیں اور اس پر قائم رہتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا............ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہئے کہ ان لفظوں میں یہودیوں کے اپنے عقیدے پر دوام کی طرف اشارہ ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے اپنے جس مؤقف کا اظہار اپنی زندگی میں کرتے ہیں اسی پر وہ اپنی موت (سے پہلے) تک قائم رہتے ہیں۔

جیسے مثلاً قرآن مجید کی آیت ہے وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ (المنافقون:۱۰) اور جو مال ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے اس وقت سے پہلے خرچ کرو کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے ○ یہاں خط کشیدہ الفاظ کو دوسرے لفظوں میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے مِنْ قَبْلِ مَوْتِكُمْ ۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ زورِ کلام اس چیز پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں جلدی کرو کیونکہ موت کا وقت تو کسی کو معلوم نہیں۔ دوسری جگہ فرمایا وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (ال عمرآن:۱۳۳) تم سب اپنے رب کی مغفرت کی طرف جلدی کرو یہاں سَارِعُوْٓا کا لفظ قَبْلِ مَوْتِكُمْ .... یعنی موت سے پہلے پوری شعوری زندگی پر محیط ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں

يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٣٢﴾
(البقرۃ:۱۳۲) ترجمہ: اے میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دینِ اسلام پسند فرمایا ہے پس تم نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم اسلام پر ثابت قدم ہو! .... اس آیت میں فَلَا تَمُوْتُنَّ کا وہی مفہوم ہے جو سورۃ النسآء:۱۵۹ میں قَبْلَ مَوْتِهٖ یا مِنْ قَبْلِ مَوْتِكُمْ کا ہے یعنی تاکید کی گئی ہے کہ تقویٰ اور اسلام پر جلدی کرو اور ان پر اس طرح علی الدوام قائم رہو کہ تمہارا خاتمہ اسلام پر ہو۔ زندگی کی کوئی گھڑی اسلام سے غفلت میں نہ گذرے کیونکہ تمہیں کیا معلوم کہ موت کی گھڑی کس وقت سامنے آموجود ہو۔

جس طرح فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (البقرۃ:۱۳۲) میں یہ تاکید کی گئی ہے کہ مسلمانوں کا ہر لمحہ اسلام کے عین مطابق گذرے۔ سورۃ النسآء کی مذکورہ بالا آیت میں بھی یہی مفہوم پایا جاتا ہے۔ وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ (النسآء: ۱۵۹) یہودیوں کا ہر فرد موت تک اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں اپنے اسی مؤقف پر یقین رکھے رہتا ہے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا جس کا اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی ان کی زبان میں ذکر فرمایا ہے وَ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ (النسآء:۱۵۷) جبکہ قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام اُن کے اس دعوے کے خلاف گواہی دیں گے۔

نوٹ: عربی گرامر کا اصول ہے کہ مضارع سے پہلے "ل مفتوح" آجائے تو وہ مضارع کو عموماً مستقبل بنا دیتی ہے۔ یہ اصول صحیح ہے لیکن بعض جگہ استثنائی معاملہ بھی ہوتا ہے جہاں مضارع سے پہلے "ل مفتوح" آنے کے باوجود اُس کا ترجمہ فعل حال میں ہی کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً سورۃ الحج آیت ۴۰ میں فرمایا وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اس میں "لَيَنْصُرَنَّ" میں فعل مضارع سے پہلے "ل" آنے کے باوجود اس کا ترجمہ فعل حال میں ہی کیا جاتا ہے یعنی جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی ضرور مدد کرتا ہے (فتح الحمید)

سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۵۹ کے سیاق میں یہودیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے دعووں کا ذکر ہے جن کی اللہ تعالیٰ نے آیات ۱۵۷، ۱۵۸ میں نفی کر دی ہے کہ یہودی عیسیٰ ؑ کو قتل نہیں کر سکے .... لیکن چونکہ یہودی اب بھی یہی نظریہ رکھتے ہیں اور اپنی ساری عمر اُن کا یہی نظریہ رہتا ہے کہ ہم نے مسیح

ابن مریم کو قتل کر دیا اس لئے لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ میں لَيُؤْمِنَنَّ کے فعل مضارع سے پہلے "ل" ہونے کے باوجود اس فعل کا ترجمہ فعل حال میں کرنا ہوگا کہ وہ اپنی موت تک اسی دعوے پر قائم رہتے ہیں کہ ہم نے مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا۔ چونکہ اس کا تعلق اُن کے نظریئے سے ہے اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ صرف اپنی موت سے پہلے اُن کا یہ نظریہ ہوگا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اُن کا آج بھی یہی نظریہ ہے اور موت تک ہر لمحے اُن کا یہی نظریہ رہتا ہے۔ اس لئے اِس آیت کا ترجمہ بھی فعل حال میں ہونا بہتر ہے۔ ہمارے کچھ علماء و مفسرین نے بھی اس آیت کا ترجمہ فعل حال میں کیا ہے

﴿چہارم﴾

اللہ تعالیٰ عیسائیوں کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے

١۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣١﴾ (التوبۃ:٣١)

انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا رب بنالیا حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ الٰہِ واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے○

٢۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَ قَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾

وہ لوگ بیشک کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مسیح ابنِ مریم اللہ ہیں حالانکہ مسیح یہود سے یہ کہا کرتے تھے کہ اے بنی اسرائیل اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی (اور جان رکھو کہ) جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں○

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ

وہ لوگ بھی کافر ہیں جو اس بات کے قائل ہیں

ثَلٰثَةٍ ....(المائدہ:۷۲۔۷۳) کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔○

اس کا مطلب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانۂ نبوت میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق بنی اسرائیل کو الٰہِ واحد کی عبادت کرنے کی تلقین فرمائی تھی انہیں شرک کی تعلیم نہیں دی لیکن آج عیسائیوں کی یہ حالت ہے کہ انہوں نے اپنے علماء ومشائخ اور مسیح ابنِ مریمؑ کو اللہ تعالیٰ کے سوا رب بنالیا ہے وہ مسیح ابنِ مریم کو اللہ کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو تین میں سے ایک الٰہ سمجھتے ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عیسیٰ ابن مریمؑ کو خطاب کرکے فرمائے گا۔

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾ (المائدہ:۱۱۶۔۱۱۷)

اور (اس وقت کو بھی یاد رکھو) جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابنِ مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود مقرر کرو؟ وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے مجھے کب شایاں تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کچھ حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہوگا (کیونکہ) جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو تیرے ضمیر میں ہے اسے میں نہیں جانتا۔ بے شک تو علّام الغیوب ہے○
میں نے ان سے کچھ نہیں کہا بجز اس کے جس کا تونے مجھے حکم دیا ہے وہ یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے اور جب تک میں ان میں رہا ان (کے حالات) کی خبر رکھتا رہا جب تونے مجھے وفات دے دی تو تُو ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز سے خبر دار ہے○ المائدہ

خلاصہ مضمون

- حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کی طرف نبی بن کر آئے تو آپ نے اُنہیں دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی جو الٰہِ واحد ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے تحقیق جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا اس پر جنت حرام کر دی گئی اور اس کا ٹھکانا آگ ہو گا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں............ (المائدہ:۷۲، توبۃ:۳۱)
- آج عیسائیوں کی یہ حالت ہے کہ انہوں نے عیسیٰ ابنِ مریم اور اپنے علماء و مشائخ کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا رب بنا رکھا ہے ان کا نظریہ تین معبودوں کا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو تین معبودوں میں سے ایک سمجھتے ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا اور عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو بھی الٰہ بنالیا۔(توبۃ:۳۱،المائدہ:۱۱۶، ۷۳)
- جب قیامت کا دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریمؑ سے فرمائے گا ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ ترجمہ: کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود مقرر کرو؟............ اللہ تعالیٰ کا یہ سوال عیسیٰ علیہ السلام کے زمانۂ نبوت کے بارے میں ہے جو آپ گذار کر جا چکے ہیں اور ان کے بعد آج عیسائیوں میں یہ گمراہی پھیل چکی ہے کہ انہوں نے عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کو الٰہ بنا رکھا ہے......... عیسیٰ علیہ السلام اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے فرمائیں گے مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ ۚ (المائدہ:۱۱۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ صفائی اپنے زمانۂ نبوت کے بارے ہے کہ اے رب "میں نے ان سے کوئی ایسی بات نہیں کی بجز اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا وہ یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے......... پھر آپ فرمائیں گے وَ كُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ۔ اور جب تک میں ان میں رہا ان (کے حالات) کی خبر رکھتا رہا' یہ

عرصہ صرف آپ کے زمانۂ نبوت تک محیط ہے اس کے بعد فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ کا زمانہ شروع ہو گیا اس کے بارے آپ فرمائیں گے فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تُو ہی ان کا نگران تھا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کے زمانۂ نبوت کا اختتام آپ کی وفات (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ) سے ہوا جس کے بعد اللہ تعالیٰ ہی آپؑ کی امت پر نگہبان ٹھہرا۔ اس کا مطلب آپ کی اپنی امت سے جدائی وفات کی صورت میں ہوئی جس کے بعد آج قوم گمراہ ہو چکی ہے اور سورۃ آل عمرآن کی آیت نمبر ۵۵ (اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ) کے تحت اللہ تعالیٰ کا آپ سے وعدہ بھی یہی تھا کہ یہ یہودی آپ کو صلیب کے ذریعے قتل نہیں کر سکیں گے "بلکہ میں تمہیں طبعی موت دے کر رفع کروں گا" یعنی

وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ

یہ حضرت عیسیٰؑ کے دَورِ نبوت کا زمانہ ہے جس دَوران آپ اپنی امت پر نگہبان بھی تھے اور آپ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق نصیحت کرتے رہے کہ وُہ سوائے اللہ رب العٰلمین کے کسی کی عبادت نہ کریں اور شرک سے بچیں دوزخ کی آگ کا ایندھن نہ بنیں۔ آپؑ کے اس دَورِ نبوت کا خاتمہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ سے ہوا

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ (وفات) سے آپ کے دَورِ نبوت کا خاتمہ ہوا جس کے بعد آپ اپنی امت پر نگہبان نہ رہے۔

كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ (وفات) کے نتیجے میں آپؑ کی اپنی امت سے جدائی ہوتی ہے آپ کے بعد صرف اللہ تعالیٰ ہی امت پر نگہبان ٹھہرتا ہے۔ اسی دَوران عیسائیوں نے کفر

وشرک کے عقیدے گھڑے آپؑ کو اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللہ میں شامل کر لیا۔ آپ کو اور آپ کی ماں کو الٰہ بنا کر شرک کیا۔ اِسی دَوران امت میں پھیلنے والی گمراہی کے بارے قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کرے گا تو عیسیٰؑ فرمائیں گے کہ اے رب اپنے دَور (نبوت) تک کا تو میں شاہد رہا لیکن اس کے بعد جب تو نے مجھے فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کے ذریعے امت سے علیحدہ کر دیا تو تُو ہی ان پر نگہبان تھا۔

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ سے مراد وفات ہے (صحیح بخاری)

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ سے مراد وفات صحیح بخاری کی ایک حدیث سے بھی ثابت ہے جو حسبِ ذیل ہے۔

باب ۶۷۷ : وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ (المائدہ:۱۱۷)

حدیث نمبر ۱۷۳۳ : ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سُناتے ہوئے فرمایا اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کے سامنے ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ حشر کیے جاؤ گے پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی۔ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ (الانبیاء:۱۰۴) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ ۔ پھر فرمایا سُن لو! قیامت کے دِن ساری خلقت میں پہلے ابراہیمؑ کو کپڑے پہنائے جائیں گے اور میری امت کے کچھ لوگ حاضر کیے جائیں گے ان کو بائیں (دوزخ کی) طرف لے چلیں گے میں عرض کروں گا یارب! یہ تو میرے ساتھ والے ہیں۔ جواب ملے گا تم نہیں جانتے تمہارے بعد جو انہوں نے نئی نئی باتیں نکالیں۔ اس وقت میں وہی کہوں گا جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے (عیسیٰؑ) نے کہا وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ۔ میں جب تک ان لوگوں میں رہا ان کا حال دیکھتا رہا جب تو نے مجھ کو

(دنیا سے) اُٹھالیا اس کے بعد تجھی کو ان کی خبر ہے[1] جواب ملے گا جب سے تم ان سے جدا ہوئے اسی وقت سے برابر یہ لوگ ایڑھیوں کے بل (اسلام سے پھرے رہے)

(صحیح بخاری جلد دوم کتاب التفسیر صفحہ ۸۴۶ مکتبہ رحمانیہ)

[1] فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کے وہ الفاظ جو عیسیٰؑ قیامت کے دن کہیں گے وہی الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت سے جدائی کے بارے فرما رہے ہیں لہٰذا اس حدیث سے فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کا مطلب وفات ثابت ہوا اگر اس کا مطلب پورے کا پورا بمع جسم رفع ہونا ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت سے جدائی کے بارے یہ الفاظ استعمال نہ کرتے۔

﴿پنجم﴾

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ط هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ (الزخرف:۶۱)

ترجمہ: اور وہ (عیسیٰؑ) دراصل قیامت کی ایک نشانی ہے پس تم اس میں شک نہ کرو اور میری پیروی کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

قرآن مجید کی یہ آیت آپ کے سامنے ہے اور دوسری آیات بھی جن پر مفصّل بحث گذر چکی ہے اور ان سے عیسیٰؑ کی وفات ثابت ہے۔ اب دو ہی صورتیں ہیں .... یا تو اس کا ترجمہ ایسا کیا جائے کہ قرآن مجید کی ان آیات کا انکار نہ ہو جن سے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہے اور نہ قرآن مجید کی حاکمیت کے مؤقف کی نفی ہو۔ قرآن مجید کو مقدم رکھا جائے اور احادیث قرآن مجید کے تحت رہیں .... دوسری صورت یہ ہے کہ اس آیت کا ترجمہ نزولِ عیسیٰؑ والی حدیث کے مطابق کر کے آپ کی وفات کا انکار

کر دیں اور آپؑ کے رفع بالجسم پر ایمان لائیں اس صورت میں ہمیں مندرجہ بالا آیات کا ترجمہ بدلنا پڑے گا اس طرح قرآن حاکم نہیں حدیث قرآن پر حاکم بنے گی جس کی خاطر آپ قرآن مجید کی واضح المطالب آیات کا ترجمہ بدلیں گے۔(نعوذ باللہ من ذٰلک)

اس آیت کی تفسیر کے لئے میں مختلف مفسرین کی آراء لا کر ثابت کروں گا کہ نزولِ مسیح کے قائل مفسرین بھی اس آیت کی ایک تشریح ایسی کرتے ہیں کہ جو نزولِ مسیح کے مؤقف کے مطابق نہیں ہے اور وہ مفسرین اس کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ اس آیت میں عیسیٰؑ کا بن باپ پیدا ہونا اور آپ کا مٹی سے پرندہ بنا کر جلانا اور مردے جلانا قیامت کے امکان کی ایک دلیل ہے یعنی جو رب باپ کے بغیر بچہ پیدا کر سکتا ہے اور جس معبودِ حقیقی کا ایک بندہ مٹی کے پتلے میں جان ڈال سکتا ہے اور مردوں کو زندہ کر سکتا ہے اس کے لئے آخر تم اس بات کو کیوں ناممکن سمجھتے ہو کہ وہ تمہیں اور تمام انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے......... میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب نزولِ مسیح کے قائل مفسرین کے نزدیک بھی قرآن مجید کی اس آیت کی یہ تشریح صحیح ہے اور اس سے وفاتِ عیسیٰؑ کے بارے دوسری آیات کی مخالفت بھی نہیں ہوتی تو ہماری طرف سے بھی اس آیت کی یہی تشریح لانا آپ پر گراں نہیں گذرنا چاہئے اور یہ تشریح ایسی ہے کہ جو قرآن مجید سے ثابت وفاتِ عیسیٰ کے مؤقف کے خلاف نہیں ہے لہٰذا ہم بھی اس آیت کی اسی تشریح کو معتبر سمجھتے ہیں۔

اس آیت کی تشریح میں مختلف مفسرین کی آراء حسبِ ذیل ہیں

- **تفسیرِ ثنائی :** (ثناءاللہ امرتسری صاحب)

اور وہ مسیح قیامت کی دلیل اور نشانی ہے، اس کی پیدائش اس کی ہستی اس کی تعلیم سے قیامت کا ثبوت ملتا ہے پس تم لوگ اس قیامت میں شک نہ کرو اور جو تعلیم تم کو میرا رسول محمدؐ دیتا ہے۔ اس کی تعمیل کرنے میں میری تابعداری کرو۔ یہی سیدھی راہ ہے۔(جلد دوم صفحہ۔۲۱۹)

• بیان القرآن (اشرف علی تھانوی صاحب)

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ

ترجمہ: اور وہ قیامت کے یقین کا ذریعہ ہیں تو تم لوگ اس میں شک مت کرو اور تم لوگ میرا اتباع کرو

تفسیر: اور (دوسری حکمت یہ تھی کہ) وہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام اس طور سے پیدا ہونے میں امکان) قیامت کے یقین کا ذریعہ ہیں (اس طرح سے کہ قیامت میں دوبارہ زندہ ہونا بجز) اس کے اور کیا استبعاد رکھتا ہے کہ خلافِ عادت ہو گا سو اس واقعہ سے حق تعالیٰ کا قادر علیٰ خلاف العادت ہونا ثابت ہو گیا پس صحت بعث کا علم ہو گیا اور چونکہ مشرکین توحید کی طرح خود قیامت میں بھی کلام رکھتے تھے اس لئے بعد جواب شبہ مذکورہ کے بمناسبت مضمون حکمت دوم کے قیامت کی صحت کو بھی بطور تفریع کے جملہ معترضہ کے طریق پر فرماتے ہیں کہ جب تم نے عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق من الاب سے صحت بعث کی سن لی) تو تم لوگ اس (کی صحت) میں شک مت کرو اور (توحید اور بعث میں جن پر یہاں دلیلیں میں نے قائم کی ہیں اور اسی طرح دوسرے عقائد میں بھی جن پر دوسری جگہ دلائل قائم کئے ہیں) تم لوگ میرا اتباع کرو (جلد سوم۔ صفحہ ۲۳۰۔۲۳۲)

• تفہیم القرآن (ابوالاعلیٰ مودودی صاحب)

۵۵۔ اس فقرے کا یہ ترجمہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ قیامت کے علم کا ایک ذریعہ ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ "وُہ" سے کیا چیز مراد ہے؟ حضرت حسن بصری اور سعید بن جُبیر کے نزدیک اس سے مراد قرآن ہے، یعنی قرآن سے آدمی یہ علم حاصل کر سکتا ہے کہ قیامت آئے گی۔ لیکن یہ تفسیر سیاق وسباق سے بالکل غیر متعلق ہے۔ سلسلۂ کلام میں کوئی قرینہ ایسا موجود نہیں ہے جس کی بنا پر یہ کہا جا سکے کہ اشارہ قرآن کی طرف ہے۔ دوسرے مفسرین قریب قریب بالاتفاق یہ رائے رکھتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ ابن مریم ہیں اور یہی سیاق وسباق کے لحاظ سے درست ہے۔ اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنجناب کو قیامت کی نشانی یا قیامت کے علم کا ذریعہ کس معنی میں فرمایا گیا ہے؟ ابنِ عباس، مجاہد، عکرمہ، قتادہ، سُدّی، ضحّاک، ابو العالیہ اور ابو مالک کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ کا نزولِ ثانی ہے جس کی خبر بکثرت احادیث میں وارد ہوئی ہے، اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ جب دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو معلوم ہو

جائے گا کہ قیامت اب قریب ہے۔ لیکن اِن بزرگوں کی جلالتِ قدر کے باوجود یہ ماننا مشکل ہے کہ اس آیت میں حضرتِ عیسیٰ کی آمدِ ثانی کو قیامت کی نشانی یا اس کے علم کا ذریعہ کہا گیا ہے۔ اس لئے کہ بعد کی عبارت یہ معنی لینے میں مانع ہے۔ اُن کا دوبارہ آنا تو قیامت کے علم کا ذریعہ صرف ان لوگوں کے لئے بن سکتا ہے جو اس زمانہ میں موجود ہوں یا اُس کے بعد پیدا ہوں۔ کفارِ مکّہ کے لئے آخر وہ کیسے ذریعۂ علم قرار پا سکتا تھا کہ اُن کو خطاب کر کے یہ کہنا صحیح ہوتا کہ "پس تم اس میں شک نہ کرو"۔ لہٰذا ہمارے نزدیک صحیح تفسیر وہی ہے جو بعض دوسرے مفسرین نے کی ہے کہ یہاں حضرتِ عیسیٰ کے بے باپ پیدا ہونے اور اُن کے مٹی سے پرندہ بنانے اور مُردے جلانے کو قیامت کے اِمکان کی ایک دلیل قرار دیا گیا ہے، اور ارشادِ خداوندی کا منشا یہ ہے کہ جو خدا باپ کے بغیر بچّہ پیدا کر سکتا ہے، اور جس خدا کا ایک بندہ مٹی کے پتلے میں جان ڈال سکتا اور مُردوں کو زندہ کر سکتا ہے اُس کے لئے آخر تم اِس بات کو کیوں ناممکن سمجھتے ہو کہ وہ تمہیں اور تمام انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے۔ (جلد چہارم صفحہ ۵۴۷)

• معارف القرآن (مفتی محمد شفیع صاحب)

آگے تفصیلی جواب ہے یعنی) عیسیٰ (علیہ السلام) تو محض ایک ایسے بندے ہیں جن پر ہم نے (مقبولیت اور کمالاتِ نبوت دے کر اپنا) فضل کیا اور اُن کو بنی اسرائیل کے لئے (اوّلاً اور دوسروں کیلئے بھی ثانیاً) ہم نے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنایا تھا (تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ خدا تعالیٰ کو اس طرح بغیر باپ کے پیدا کرنا بھی کچھ مشکل نہیں، اس سے ان کے دونوں اعتراضات کا جواب نکل آیا جس کی تشریح معارف و مسائل میں آئے گی) اور (ہم تو اس سے زیادہ عجیب و غریب اُمور پر قادر ہیں، چنانچہ) اگر ہم چاہتے تو ہم تم سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے (جس طرح تم سے تمہارے بچے پیدا ہوتے ہیں) کہ وہ زمین پر (انسان کی طرح) یکے بعد دیگرے رہا کرتے (یعنی پیدائش بھی آدمیوں کی طرح ہوتی اور موت بھی۔ پس بغیر باپ کے پیدا ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے زیرِ قدرت نہیں رہے، لہٰذا یہ امر حضرت عیسیٰؑ کے معبود ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا بلکہ اس طرح پیدا کرنے میں بعض حکمتیں تھیں جن میں سے ایک تو اوپر بیان ہوئی کہ اُنہیں اپنی قدرت کا ایک نمونہ بنانا تھا) اور (دوسری حکمت یہ تھی کہ) وہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام اس طرح پیدا ہونے میں امکانِ) قیامت کے

یقین کا ذریعہ ہیں (اس طرح کہ قیامت میں دوبارہ زندہ ہونے میں اس سے زیادہ اور کیا بُعد ہے کہ دوبارہ زندگی خلافِ عادت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کے ہونے سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ خلاف عادت امور کے صادر کرنے پر قادر ہے، پس اس سے قیامت و آخرت کے عقیدے کا صحیح ہونا ثابت ہو گیا اور جب تم نے عقیدۂ آخرت کی یہ دلیل سُن لی) تو تم لوگ اُس (کی صحت) میں شک مت کرو، اور (توحید اور آخرت وغیرہ عقائد میں) تم لوگ میرا اتباع کرو، یہ (مجموعہ جس کی طرف میں تم کو بُلاتا ہوں) سیدھا رستہ ہے اور تم کو شیطان (اس راہ پر آنے سے) روکنے نہ پاوے وہ بیشک تمہارا صریح دشمن ہے۔ (جلد ہفتم، صفحہ ۷۴۴)

وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ (اور بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام قیامت کا یقین کرنے کیلئے ایک ذریعہ ہیں) اس کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک وہ جو خلاصۂ تفسیر میں بیان ہوئی، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا خلافِ عادت بغیر باپ کے پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر ظاہری اسباب کے بھی لوگوں کو پیدا کر سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کر دینا اس کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ (جلد ہفتم، صفحہ ۷۴۷)

● **تدبّر القرآن** (امین احسن اصلاحی صاحب)

وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَ لَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾

(الزخرف:۶۱۔۶۲)

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ' جھگڑنے والوں کو متنبّہ فرمایا گیا ہے کہ بات کا بتنگڑ بنانے کی کوشش نہ کرو۔ حضرت عیسیٰؑ کو جس حیثیت سے پیش کیا جارہا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ وہ معبود یا ابن اللہ ہیں بلکہ وہ توحید کے داعی اور قیامت کا علم یعنی اس کی ایک قاطع حجّت ہیں تو قیامت کے باب میں شک میں نہ پڑو اور مناظرہ بازی میں الجھنے اور الجھانے کے بجائے میری پیروی کرو۔ ہدایت اور فلاح کی سیدھی راہ یہی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے قیامت کی بہت بڑی حجّت ہونے کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عام ضابطہ کے خلاف ان کو بن باپ کے مجرد اپنے کلمہ 'کن' سے پیدا کیا۔ مشرکینِ عرب کو قیامت کے باب میں سب سے بڑا شبہ یہی تھا کہ مر کھپ، جانے کے بعد آخر لوگ قیامت کو کس طرح از سرِ نو پیدا ہو جائیں گے؟ قرآن نے ان کے اس شبہے کا ازالہ جگہ جگہ اس طرح

فرمایا ہے کہ مرنے اور جینے میں دخل ظاہر اسباب کو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیت کو ہے۔ یہاں اسی چیز کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ دیکھ لو، پیدائش کا عام ضابطہ تو یہ ہے کہ اولاد، باپ اور ماں دونوں کے ازدواجی تعلّق سے پیدا ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو بن باپ کے صرف ماں سے پیدا کر دیا۔ اسی طرح وہ جب چاہے گا لوگوں کو ان کی قبروں سے اُٹھا کھڑا کرے گا اور اس کو اس میں ذرا بھی زحمت پیش نہیں آئے گی۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں جو معجزے ظاہر ہوئے ان میں احیائے موتی کے معجزے بھی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مُردوں کو بھی زندہ کر دیتے اور مٹی سے پرندوں کی مانند مورتیں بنا کر ان میں بھی پھونک مار کر زندگی پیدا کر دیتے۔ ان کے اس قسم کے معجزات کا ذکر انجیلوں میں بھی ہے اور قرآن میں بھی ان کا حوالہ ہے۔ یہ معجزات اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں اس لئے ظاہر فرمائے کہ یہود قیامت کے باب میں جس بے یقینی میں مبتلا ہو گئے تھے اور جس کے سبب سے وہ بالکل دنیا کے کتے بن کر رہ گئے تھے، اس سے نکلیں اور از سرِ نو ایمان و ہدایت کی راہ اختیار کریں۔

تیسرا پہلو اس کا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان کی بادشاہی اور ابدی زندگی کی منادی جس شان سے کی ہے یہ بس انہی کا حصہ ہے۔ آدمی اگر انجیلوں میں ان کے وہ مواعظ پڑھے جن میں انہوں نے آخرت کی تذکیر فرمائی ہے تو آخرت کے خوف اور شوق دونوں سے دل لبریز ہو جاتا ہے بشرطیکہ دل پر یہود کی طرح سیاہی نہ چھا گئی ہو۔

فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوۡنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ۔یعنی اس قیامت کے باب میں کسی شک میں نہ پڑو اور میری پیروی کرو۔ میں جس توحید کی دعوت دے رہا ہوں اور جس روزِ جزاء و سزا سے آگاہ کر رہا ہوں یہی زندگی کی صحیح اور سیدھی راہ ہے اس وجہ سے تمہاری فلاح میری پیروی ہی میں ہے ۔ اس آیت میں لفظ 'اتَّبِعُوۡنِ' (میری پیروی کرو) اس بات کی صاف دلیل ہے کہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قریش کو کہلائی گئی ہے۔ اگر بات براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہی گئی ہوتی تو لفظ 'اتَّبِعُوۡنِ' موزوں نہ ہوتا۔ قرآن میں یہ لفظ جگہ جگہ اپنی مختلف شکلوں میں استعمال ہوا ہے لیکن کہیں بھی یہ اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال نہیں ہوا ہے۔

جیسا کہ آپ نزولِ عیسیٰؑ کے قائل مفسرین کی تفسیر پڑھ چکے ہیں کہ وُہ اس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے اور آپ کے مٹی سے پرندے بنا کر

جلانے اور مردے جِلانے کو قیامت کے امکان کی ایک دلیل قرار دیتے ہیں تو اس کے بارے گذارش ہے کہ اگر اس آیت کی یہ تفسیر غلط ہے تو اس کے بارے آپ پہلا سوال اپنے آپ یا اپنے ان ہم عقیدہ مفسرین سے کریں جنہوں نے اس تفسیر کو بڑی اہمیت دی ہے ورنہ آپ کو یہ تفسیر رَد کرنے کیلئے قرآن مجید سے دلائل دینا ہوں گے جبکہ یہ تفسیر قرآن مجید کی ان آیات کے بھی خلاف نہیں ہے جن سے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہے ورنہ اگر آپ اس سے مراد نزولِ عیسیٰؑ لیتے ہیں تو وفاتِ عیسیٰ کے بارے دوسری آیات سے اس تفسیر کے اختلاف کا بھی حل آپ کو پیش کرنا پڑے گا آج کل جس کا حل سوائے اس کے اور کوئی نہیں پیش کیا جاتا کہ یہ لوگ خود نہیں بدلتے قرآن کو بدل دیتے ہیں اور **مُتَوَفِّيْكَ** کا مطلب وفات لینے کی بجائے پورے کا پورا لیتے ہیں حالانکہ جب متوفی کا لفظ انسان کے ساتھ منسوب ہو تو اس کا مطلب ہمیشہ وفات ہوتا ہے جس پر پہلے بات ہو چکی ہے۔

اس آیت سے نزولِ عیسیٰؑ مراد لینے والوں سے میں ایک سوال یہ بھی کروں گا کہ وُہ اس آیت کی یہ تشریح کیا قرآن مجید کی حاکمیت میں کر رہے ہیں یا قرآن مجید پر حدیث کو حاکم ٹھہرا کر؟

نگاہِ باز گشت

جب عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف نبی بن کر آئے تو یہودیوں نے آپؑ کے خلاف سازش تیار کی اور آپ کو صلیب کے ذریعے قتل کرنے کا پروگرام بنایا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی بہتر حکمتِ عملی سے آپؑ کو بچا لیا(اٰل عمرآن:۵۲ تا ۵۴، المائدہ:۱۱۰) اس واقعے کے شروع میں جب عیسیٰؑ کو یہودیوں کی اس سازش کا علم ہوا تو آپ پریشان ہو گئے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو تسلّی دیتے ہوئے وعدہ فرمایا کہ میں تمہیں وفات کے بعد رفع کروں گا یعنی یہودی آپ کو صلیب یا قتل نہیں کر سکیں گے (اٰل عمرآن:۵۲ تا ۵۵)۔ چنانچہ جب یہودیوں نے سازش تیار کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا اور آپ کی مدّتِ حیات پوری

کر کے آپ کو طبعی موت کے بعد رفع کیا یہودی آپؑ کو قتل نہیں کر سکے (اٰل عمرآن:۵۵، المائدہ:۱۱۷، النسآء:۱۵۷۔۱۵۸) گو آج یہودی یہ کہتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰؑ کو قتل کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان کا یہ مؤقف ظنی ہے وہ حقیقت سے بے بہرہ ہیں وہ یقیناً آپ کو صلیب یا قتل نہیں کر سکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سورۃ اٰل عمرآن میں اپنے وعدے کے مطابق طبعی موت کے بعد رفع کیا ہے لیکن اس کے باوجود اگر یہ اہلِ کتاب یہودی اپنی موت تک یہی رٹ لگاتے جائیں اور اسی پر یقین رکھیں کہ ہم نے عیسیٰؑ کو قتل کر دیا تو یہ اُن کی جہالت ہے بہر حال اتنا ضرور ہے کہ قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان کے خلاف گواہی دیں گے اور ان کے اس دعوے کو جھٹلائیں گے (النساء:۱۵۷تا۱۵۹)

عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے، آپ کو کچھ معجزات ایسے ملے کہ جن سے آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے جو قیامت کے امکان پر دلیل ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی مُردوں کو زندہ کر سکتا ہے عیسیٰؑ کی بن باپ پیدائش اور ان کے معجزات قیامت کے یقین کا ذریعہ ہیں جس میں شک نہیں کرنا چاہیئے۔(الزخرف:۶۱)

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ

اَقْفَالُهَا ○ (محمد:۲۴)

بھلا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا (اُن کے) دلوں پر قفل لگ رہے ہیں

○

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا

لِلّٰهِ مَثْنٰی وَ فُرَادٰی ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۚ

(سبا: ۴۶)

کہہ دو کہ میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کیلئے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو۔